مولانا عبدالقیوم حقانی

کیا عورت رکنِ پارلیمنٹ بن سکتی ہے؟

وزیر اعظم نواز شریف نے اپنی پہلی نشری تقریر میں قومی اسمبلی میں عورتوں کے لیے پھر سے نشستیں مخصوص کرنے کا عندیہ دیا تو پورے ملک میں اس کی حمایت اور مخالفت میں مفکرین، دانشوروں اور قومی قیادت کی آراء پریس میں چھپنے اور قوم کے سامنے آنے لگیں۔ دینی اور اسلامی نقطۂ نظر سے لوگوں کا تجسس بڑھا، بعض مذہبی جماعتوں کی طرف سے سکوت اور بعض نے حمایت کا اعلان بھی کر دیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے وزیر اعظم کی تقریر کے دوسرے روز کھل کر اپنے اس مؤقف کا اظہار کیا کہ امام الانبیاء حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتِ مقدسہ میں عورت مجلسِ قانون ساز کی رکن نہیں بن سکتی، اس لیے ہم ہر اس اقدام کی پُرزور مخالفت اور بھرپور مذمت کریں گے جو خدا و رسولؐ سے بغاوت پر مبنی ہو۔ عورتوں کو مجلسِ شوریٰ پاکستان میں پھر سے مخصوص نشستوں سے نوازنا اسی قبیل سے ہے لہٰذا حکومت کا یہ اقدام ہر لحاظ سے مذموم اور قابلِ نفرین ہے۔

آج کی نشست میں ہم دینی اور شرعی نقطۂ نگاہ سے اس امر کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں کہ عورتوں کو مجلسِ قانون ساز میں شریک کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور قومی و ملی، سیاسی اور دینی اعتبار سے اس کے مضرات کیا ہیں؟

ہم بحث کے آغاز میں یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے لیے قرآن و حدیث اور اسلامی احکام کے بجائے اصل معیارِ حق صرف دنیا کی غالب قوموں کا طرزِ عمل اور مغربی طرزِ فکر ہے جنہوں نے ہر حال میں لادین مغربی جمہوریت "انبوہِ کثیر" اور مادیت ہی کی راہ چلنا ہے یا مادر پدر آزاد سیاست سے اپنے مفادات کا تحفظ حاصل کرنا ہے اُنہیں اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ اسلام کو بھی اپنے ساتھ ضرور لے کر چلیں، مگر اتنی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ انہیں ضرور کرنا چاہیے کہ وہ اپنے مغربی مقتدار کا کھل کر نام لیں اور بلا وجہ دینِ اسلام کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کریں جن سے خدا کی کتاب، رسولؐ کی سُنت اور قرونِ مشہود لھا بالخیر کی تاریخ صاف صاف انکار کرتی ہیں۔

ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ عہدِ صحابہؓ میں خواتین بھی قانونی مسائل میں بحث کرتی تھیں، ان کی گفتگو اور اظہارِ رائے سے استفادہ کیا جاتا تھا متعلقہ مباحث میں ان کے استنباط اور روایات کا اعتبار بھی کیا جاتا تھا۔

بلکہ بعض اوقات خود خلفاء ان سے رائے لیتے، استفسار کرتے اور ان کی مشاورت اور رائے کا لحاظ کرتے تھے۔

موجودہ دور کے خود ساختہ مجتہدین، مجوّزین اور نام نہاد مفکرین اسی کو مستدل بنا کر سامعین و قارئین کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں کہ آج قرآن و حدیث، سیرت رسولؐ اور اسلامی اصولوں کا نام لے کر اس قسم کی مجالس، قومی اسمبلی اور سینٹ میں عورتوں کی شرکت کو کیسے غلط کہا جاتا ہے ؟ — لہٰذا سب سے پہلے خالی الذہن ہو کر ہم موجودہ مجالس قانون ساز، قومی اسمبلی اور سینٹ وغیرہ کی صحیح نوعیت، دائرہ کار و اختیار پر بھی غور کر لیں جن میں عورتوں کے لیے سیٹیں مخصوص کرنے کے استحقاق پر ہم نے گفتگو کرنی ہے۔

جہاں تک پارلیمنٹ، مجلس شوریٰ یا قومی اسمبلی اور سینٹ یا مروجہ مجالس قانون ساز کی ہیئت، طریق کار اور کارکردگی کی نوعیت ہے تو سب جانتے ہیں کہ ان کا کام محض قانون سازی کرنا نہیں ہے بلکہ عملاً ان کا کام پوری ملکی سیاست کو کنٹرول کرنا، وزیر اعظم کے انتخاب سے لیکر قومی و ملکی پالیسی، دفاع، تعلیم، صنعت، تعمیر اور ملکی نظم و نسق اور مالیات و معاشیات تک کے معاملات طے کرنا ہے، انہی کے ہاتھ میں داخلہ و خارجہ پالیسی اور صلح و جنگ کی زمام کار ہوتی ہے۔

اگر قدرے فکر و تامل سے کام لیا جائے تو دنیا بھر بالخصوص پاکستان کے طرز حکومت پارلیمانی اور مروجہ نظام سیاست میں پارلیمنٹ کا مقام محض ایک مجلس قانون ساز، محض ایک مجلس مشاورت یا ایک مفتی اور فقیہ کا کام نہیں ہے بلکہ اسے پورے ملکی نظام پر تسلط اور قوت قائمہ اور قوام حاصل ہے۔ قرآن کریم نے یہ منصب اور یہ مقام صرف مردوں کو دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ (النساء ۳۴)	مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت اپنی نگہداشت کرتی ہیں۔

قرآن کریم نے صاف اور صریح لفظوں میں قوّامیت کا مقام صرف مردوں کو دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بنیادی ذمہ داری اور خصوصیت کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ ایک یہ کہ وہ اطاعت شعار ہوں، دوسرے یہ کہ وہ مردوں کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کریں جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرانا چاہتا ہے۔

عورتوں کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام، اخلاقی معیار اور آخرت میں اجر و ثواب کے لحاظ سے برابر ہیں، مگر قدرت نے فطری تخلیق کے اعتبار سے دونوں کا دائرہ عمل علیحدہ علیحدہ رکھا ہے

سیاست نظم مملکت، فوجی خدمت اور اس طرح کے وہ تمام کام جو مرد کے دائرۂ عمل سے تعلق رکھتے ہیں اس دائرہ میں عورت کو گھسیٹ کر لانا خانگی زندگی کو تباہ کرنے اور عورتوں پر ان کی حیثیت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے مترادف ہے۔ جس چیز سے یورپ خود بیزار ہو چکا ہے ہمیں آنکھیں بند کرکے اس کی حماقتوں کی نقل اتارنا ہرگز عقلمندی نہیں ہے۔

ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ جنگ کے موقعوں پر عورتوں سے مرہم پٹی کا کام لیا گیا ہے، مگر کیا اس پر قیاس مع الفارق کرتے ہوئے امن کی حالت میں عورتوں کو دفتروں، کارخانوں، کلبوں اور پارلیمنٹوں میں لا کھڑا کرنے کے جواز کا کوئی فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟

یہ فطرت ہی نہیں کہ عورتیں مردوں کے دائرہ کار میں آ کر مردوں کے مقابلے میں کامیاب ہو سکیں، وہ ان کاموں کے لیے بنائی ہی نہیں گئیں جو کام مرد کے حوالے کیے گئے ہیں، ان کاموں کے لیے جن اخلاقی، ذہنی اور عملی اور قوی واعضاء اور مختلف اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ مرد میں پیدا کیے گئے ہیں۔

بعض لوگوں نے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کا مصداق زوجین کی خانگی معاشرت قرار دی ہے حالانکہ آیت مطلق ہے اور اس میں فی البیوت کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ حکم خانگی معاشرت تک محدود ہے تو پھر بھی ہمیں دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے گھر میں قوام نہیں بنایا بلکہ آیت میں اسے قنوت (فرمانبرداری و اطاعت شعاری) کے مقام پر رکھا گیا ہے تو اسے قنوت کے درجہ عفت سے اٹھا کر ایک ملک کے تمام گھروں اور مملکت کے نظام پر قوامیت کے منصب پر کیونکر بٹھایا جا سکتا ہے حالانکہ گھر کے اقتدار و حاکمیت سے مملکت کا اقتدار اور حاکمیت زیادہ بڑی اور اونچے درجہ کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم کے اس واضح اعلان کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے نادان دوست سیاست اور ملک داری کو کیسے عورت کے دائرہ کار میں لانے پر مصر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کے دائرۂ عمل کا تعین کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى۔ (احزاب ۳۳)	اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہری رہو اور پچھلی جاہلیت کے سے تبرج (بن سنور کر ناز و ادا کے ساتھ نکلنے) کا ارتکاب نہ کرو۔

یہ حکم سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دیا گیا تھا حالانکہ وہ اللہ ہی کی منتخب کردہ پاکیزہ خواتین تھیں اور ظاہر ہے کہ نبیؐ کے گھر کی خواتین میں ہرگز کوئی ایسا عیب اور نقص نہیں تھا جس کی وجہ سے انہیں بیرونِ خانہ کی ذمہ داریوں کے لیے نااہل قرار دیا جاتا۔ اور نہ یہ کوئی ایسی حقیقت ہے کہ دوسری خواتین کو

سیاست و ملک داری کے لحاظ سے ان پر کوئی فوقیت حاصل تھی ـــــ اور نہ یہ مفروضہ قابلِ اعتناء ہے کہ یہ حکم اہلِ بیت نبوت کے ساتھ خاص تھا اور دوسری تمام مسلمان خواتین کو تبرّج جاہلیّت کی اجازت تھی۔

عورت کا دائرہ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ملاحظہ فرمائیے؟

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ۔ (ابوداؤد)	اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی راعیہ ہے اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔

قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی کی واضح نصوص کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے اور اسلامی تعلیمات اور صریح احکام کا انکار کرتا ہے تو ہمیں اس کے ایمان میں شک ہے۔ اُسے اوّلاً اپنا اسلام ثابت کرنا ہوگا۔ یہ بحث تو دوسرے درجے پر آتی ہے کہ آیا ایسے شخص کو ایک اسلامی ریاست کے لیے دستور بنانے کا مجاز تسلیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ اپنے اقوال اور انکار سے اسلام کی سرحد کو پاٹنے کی تیاری کر بیٹھا ہے۔

دوسرا یہ کہ جنہیں بھی خدا و رسول کی تعلیمات اور احکام سے قدرے آگاہی حاصل ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام نے اصولی طور پر مخلوط سوسائٹی کو مسترد اور ممنوع قرار دیا ہے۔ خاندان کے استحکام کو اہمیت تب ہی دی جاسکتی ہے جب عورتوں اور مردوں کی مخلوط سوسائٹی ختم کر دی جائے۔ مخلوط نظامِ تعلیم، مخلوط نظامِ ریاست کے بدترین نتائج مغربی ممالک میں ظاہر ہو چکے ہیں ـــــ اگر ہمارے ملک کے اربابِ بست و کشاد خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کو بالائے طاق رکھ کر مغرب کی مخلوط سوسائٹی کے بدترین نتائج کو اسلامیانِ پاکستان پر بھگتوانا چاہتے ہیں اور عوام چپ سادھ کر آنکھیں بند کر کے بھگتنا چاہتے ہیں تو بڑی خوشی سے یہ شوق پورا کریں مگر اس حرکت کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اسلام میں مخلوط سوسائٹی کے جواز کی زبردستی گنجائش نکال دی جائے جس سے شدت سے اس نے منع کیا ہے۔

بعض حضرات مسلم وغیر مسلم چند گنتی کی حکمران یا سیاست دان خواتین کا نام لے کر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ جہاں لاکھوں کارکنوں کی ضرورت ہو تو کیا وہاں تمام خواتین موزوں ہو سکیں گی؟

مخلوط نظامِ تعلیم اور مخلوط نظامِ سیاست کے بدترین مہلک نتائج مغربی ترقی یافتہ ممالک میں اس حد تک سامنے آچکے ہیں کہ اب صرف عقل کے اندھے، بصیرت سے محروم اور بصارت سے کورے ہی ان کا انکار کر سکتے ہیں۔

نظامِ سیاست اور ریاست کے قوام کے تمام اختیارات قرآن حکیم نے صریح الفاظ میں صرف مردوں کو دیے ہیں اور دنیا کا کوئی قانون، کوئی مجتہد اور فقیہ، کوئی عدالت اور اتھارٹی اور کوئی وزیرِ اعظم یا پارلیمنٹ اس میں مداخلت یا ترمیم و اضافہ نہیں کر سکتی ـــــ بلکہ قرآن و حدیث کے نصوص اس باب میں قطعی اور محکم ہیں کہ

نظامِ سیاست اور نظامِ ریاست میں ذمہ داری کے مناصب صدارت و وزارت، مجالس قانون ساز یا مجلسِ شوریٰ کی رکنیت اور مختلف محکموں کی ادارت یا کسی سیاسی پارٹی کی قیادت عورتوں کے سپرد کرنا ممنوع اور شرعاً جرم ہے۔ لہٰذا کسی بھی اسلامی ریاست اور اسلامی مملکت کے دستور میں عورتوں کو مذکورہ عہدے، مناصب یا ذمہ داریاں دینا اور اس کے لیے قانونی گنجائشیں بنانا نصوصِ صریحہ اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ــــــ جو مملکت بھی اسلام کے اساسی نظریہ پر قائم ہوئی ہو اور خدا کی اطاعت اور رسولؐ کی فرمانبرداری کی پابندیاں قبول کرنے پر رضامند ہو تو وہ ایسی کسی بھی خلاف ورزی کی شرعاً مجاز نہیں ہے۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ چند سر پھرے قرآن کا نام لے کر قرآن کے خلاف قوانین بنانے کی حمایت کرنے اور ہذیان بکنے لگیں ــــ جہاں تک حقیقتِ واقعہ کا تعلق ہے تو پوری اسلامی تاریخ عہدِ رسالتؐ اور عہدِ صحابہؓ سے لے کر اس صدی تک اس غلط تصور سے نا آشنا رہی ہے کہ مرد و زن حکومت و اقتدار اور ملکی نظام سیاست کے زمامِ کار میں برابر کا کام کر سکتے ہیں ــــ یہ تخیل سیدھا یورپ سے چل کر ہمارے ہاں در آمد ہوا ہے اور اس کے در آمد کرنے والوں نے کبھی عقل و بصیرت سے کام لے کر اور آنکھیں کھول کر یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ یورپ میں اس اختلاطِ مرد و زن کا پس منظر کیا ہے اور وہاں اس کے کتنے بُرے نتائج رونما ہوتے ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ پاکستان میں عورتوں کی سیاست جس بری طرح ناکام رہی اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آئندہ یہ مطالبہ زبان پر بھی نہیں لانا چاہیے، مگر کون سمجھائے یہاں تو زہرِ قاتل کو آبِ حیات کہنے والے کے بھی حامی پیدا ہو جاتے ہیں۔

آخر میں اپنے ملک کے اربابِ اختیار اور ملک کے ان تمام سیاست کار حضرات جو دل میں ادنیٰ سی بھی ایمان کی رمق باقی رکھتے ہیں، سے دردمندی سے یہ گذارش کرنی ہے کہ جناب! جب اسلامی حکومت بھی اختلاطِ مرد و زن، مخلوط نظامِ تعلیم، مخلوط پارلیمنٹ، مخلوط نظامِ سیاست میں یا کھیلوں کی نمائشوں، ڈراموں، رقص و سرود اور مقابلۂ حُسن وغیرہ میں مسلمان عورتوں کو لانے یا ائیر ہوسٹس بنا کر مسافروں کے دل موہنے کی خدمت ان سے لے تو مجھے یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ پھر اسلامی حکومت کے قیام، اسلامی ریاست کی تشکیل اور نظامِ شریعت کی تحریک و نفاذ کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ سارے کام تو کفر اور کفار اور اغیار کی حکومتوں میں بآسانی ہو سکتے ہیں بلکہ زیادہ آزادی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔